ڈاکٹر شگفتہ فردوس

اسسٹنٹ پروفیسر، ڈائریکٹر سٹوڈنٹ افیرز، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیال کوٹ

معاصر مزاحمتی شاعری میں خواتین کا کردار

Dr. Shagufta Firdous
Assistant Professor /Director Student Affairs, GC Women University, Sialkot.

Role of Women in Contemporary Resistance Poetry

Twentieth century is considered as an era of revolutions not only in subcontinent but all over the world, in which resistance against imperialist colonial powers intensified. The Effects of this resistance can be seen in Urdu literature. Some poetesses also played key role in the creation of resistance literature.In this perspective the most prominent Pakistani poetesses are Kishwar Naheed, Fehmida Riaz, Parveen Shakir, Noshi Gilani and Mansura Ahmed. Social oppression, economic exploitation, political subjugation and shackles are the main reasons for the emergence of resistance behavior in individuals of a nation or society. The progressive movement also fostered resistance poetry against the colonial powers on a global scale. Feminists also raised their voice for the protection of women's rights and social restrictions also emerged as a form of resistance literature. This article covers role of women in contemporary resistance poetry and their poetic expressions.

Keywords: *Contemporary, resistance, poetry, imperialist, colonial powers, feminism, women's rights.*

شاعری انسانی جذبوں کی عکاسی کی موثر ترین صورت ہے۔ شعر کہنے والا خواہ مرد ہو یا عورت کسی خاص فکری تناظر میں اپنے جذبات و احساسات کا بیان اپنے منفرد انداز میں کرتا ہے۔ مزاحمتی شاعری بھی کسی خاص سیاسی، سماجی، ثقافتی یا استعماری سماج میں جنم لے کر اپنے اظہار کے پیمانے متعین کرتی ہے۔"مزاحمت "عربی زبان سے ماخوذ وسیع المعنی لفظ ہے۔اہلِ عرب میں مزاحمت کے بجائے ”مقاومہ“ اور ”معارضہ“ جیسے لفظ مستعمل ہیں جب کہ فارسی میں مزاحمتی ادب کے لیے ”ادب مقاومت“کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے ۔یہ لفظ روک ٹوک

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

،تعرض، اٹکاو اور ممانعت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کسی قوم یا معاشرے میں موجود طبقاتی تقسیم، معاشی استحصال، معاشرتی جبر اور سیاسی محکومی مزاحمتی رویے کو جنم دینے کے بنیادی اسباب ہیں۔ ڈاکٹر روبینہ سہگل مزاحمت کے اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"مزاحمت ہر ایسے عمل، سوچ، رویے یا طریق کار کو کہا جاتا ہے۔ جو کسی ناانصافی، ظلم تشدد، بربریت یا جبر کے خلاف کیا گیا ہو۔ مزاحمت سے مراد ہے کسی چیز کو روکنا، کسی ظلم کی مخالفت کرنا، کسی ناانصافی کو برداشت کرنے سے انکار کرنا اور عملی اور متحرک انداز میں کسی ظلم کا سدِباب کرنا۔" (۱)

اردو ادب میں مزاحمتی شاعری کی ابتداء شمالی ہند سے ہوئی جعفر زٹلی معاشرتی جبر کے خلاف آواز بلند کرنے والا پہلا مزاحمتی شاعر بنا، بعد ازاں شعرا نے اپنے اپنے عہد کے فکری انتشار، سیاسی ابتری، اخلاقی زوال اور معاشرتی انحطاط کو کبھی کھلم کھلا اور کبھی ایہام کے پیرائے میں اردو شاعری کا موضوع بنایا۔ مرزا غالب جیسے شاعر نے روش عام سے ہٹ کر مزاحمتی رویہ اپنایا۔ ڈاکٹر شید امجد اردو ادب میں مزاحمت اور اُس کی تاریخ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عمومی معنوں میں ادب ہوتا ہی مزاحمتی ہے کہ ادیب موجودہ صورتحال، اُس کے جبر اور استحصال کے خلاف آواز بلند کرتا ہے، اس حوالے سے اردو ادب کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو شمالی ہند میں شاعری کا آغاز ہی مزاحمتی رویے سے ہوا۔"(۲)

بیسویں صدی برصغیر اور عالمی دنیا میں انقلابات کی صدی ہے جس میں سامراجی استعماری قوتوں کے خلاف دنیا کے مختلف خطوں میں مزاحمت میں تیزی آئی یہی وجہ ہے کہ اردو ادب میں بھی اس کی کار فرمائی دکھائی دیتی ہے۔ اس صدی کے اوائل میں مزاحمتی شاعری کے سرخیل حالی، شبلی، اکبر، اقبال، سیماب اکبر آبادی، اور حسرت موہانی جیسے قابل ذکر شعرا رہے جنہوں نے اپنی شاعری سے سیاسی بیداری پیدا کر کے انگریزی استبداد کے خلاف نخل آزادی کی کی آبیاری کی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر رشید امجد کہتے ہیں:

"بیسویں صدی کا آغاز بھرپور مزاحمت سے ہوا' شاعری میں اقبال اور افسانے میں پریم چند نے موجودہ صورت حال کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی۔(۳)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مزاحمتی شاعری کی ایک مضبوط روایت ترقی پسند شعرانے قائم کی،ان کے ہاں سامراجی استعماری قوتوں اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بھرپور مزاحمت ملتی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد مارشل لاء کا راج بھی رہا، اس دور میں شعرا کو طوق وسلاسل کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن اُن کے قلم نے حق گوئی کے راسخ عقیدے کو اپنائے رکھا خصوصی طور پر ترقی پسند شعرانے استحصالی طبقے اور آمریت کی ہر صورت کے خلاف احتجاج کیا، اس عہد میں تخلیق کاروں کے ہاں ردعمل نے جنم لیا اور قلم پر لگائی جانے والی پابندی نے شاعری میں رمزیہ پیرائے کو فروغ دیا ۔ایوب خان کے عہد میں نئے ادب کی تحریک نے سر اٹھایا۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں شروع ہونے والی اس تحریک کو مارشل لاء کا ردِ عمل بھی کہا جا سکتا ہے۔ جب ادیبوں پر پہرے بیٹھا دیے گئے، ادب کو پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہو گیا تو ادیبوں اور شاعروں نے غیر ملکی تراجم کے ذریعے مزاحمت کی نئی راہ اپنائی۔ جبر وخوف کا یہ احساس ظاہری وزیریں ہر دو صورتوں میں رہا۔ ڈر اور خوف کی یہ فضا ذاتی زندگیوں سے نکل کر ملکی اور پھر بین الاقوامی سطح پر پھیلتی دکھائی دیتی ہے۔ مارشل لاء کی صورت میں جو کھوکھلا پن اور تہذیبی رویوں میں تبدیلیاں رونما ہوئیں انہیں زیب قرطاس کرنے میں اردو شاعرات کسی سے پیچھے نہیں رہیں۔ عورت کیونکہ بنیادی طور پر جذبات واحساسات کی گہرائیوں میں ڈوب کر لکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان عالمی مسائل کے بیان میں بھی ان کی انفرادیت قائم رہی۔

کسی بھی قوم کی ادبی تاریخ میں خواتین کی تخلیقی کاوشوں کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کی دیگر زبانوں کی مانند اردو زبان میں شاعری کرنے والی خواتین بھی زبان کے فروغ کے بہت بعد منظر عام پر آئیں جس کی بنیادی وجہ یہ رہی کہ ان کے لیے علم و آگہی کے در مردوں کے بعد وا ہوئے ۔ماہ لقا چندا بائی(۱۲۳۶ھ) دکن سے تعلق رکھنے والی پہلی صاحب دیوان شاعرہ مانی جاتی ہے جس نے شاعری کو نسائی آہنگ دیا۔انیسویں صدی میں تحریک سرسید اور بیسویں صدی کے آغاز میں ترقی پسند تحریک کے زیر اثر عورتوں میں علم و آگہی اور شعور ذات کا چراغ روشن ہوا نیز تحریک آزادی میں شمولیت سے عورتوں میں سیاسی بصیرت پیدا ہوئی۔ قیام پاکستان سے قبل زاہدہ خاتون شروانیہ(۱۸۹۴ء) کی شاعری میں مذہبی ،سماجی اور سیاسی شعور ملتا ہے۔ وہ "زاہدہ""نزہت "اور "ز-خ-ش" تخلص کرتی تھیں ان کے شعری مجموعے "آئینہ حرم"۱۹۲۱ء اور 'فردوس تخیل ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئے۔ ان کی نظم "خاتون مسلم سے خطاب" میں بھرپور انقلابی ومزاحمتی رنگ ملتا ہے:

خواب سے خاتون مسلم اب ذرا بیدار ہو کارزار زندگی کے واسطے تیار ہو
اے پرستار وفا اے پیکر عزم وثبات اے بہار زندگی، اے رونق بزم حیات

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہے سفینہ تیرا اگر داب بلا میں غوطہ اپنی طاقت کا ذرا احساس کر غافل نہ بن

زاہدہ خاتون شروانی جس قافلے کی سالار بنیں، قیام پاکستان کے بعد کی شاعرات نے اس سفر کو جاری رکھا بلکہ متعدد عصری و سماجی، معاشی مسائل کے بیان کے ساتھ ساتھ عالمی استعماری قوتوں کے خلاف مزاحمتی شاعری میں گراں قدر اضافے بھی کیے۔ اردو ادب کی تاریخ میں خواتین کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمان فتح پوری کہتے ہیں:

"شاعری کے حوالے سے اردو ادب کی تاریخ میں خواتین کی شرکت اگرچہ شروع ہی سے رہی ہے، لیکن پدری معاشرے کا دباؤ مشرق پر کچھ اس انداز کا رہا ہے کہ خواتین کو بحیثیت شاعرہ پوری طرح اُبھر کر سامنے آنے کا موقع نہیں ملا------انیسویں صدی کے اختتام تک یہی صورت رہی، البتہ بیسویں صدی کے نصف اول میں جدید تعلیم اور قومی تحریکوں کے زیر اثر چند خواتین اپنے معاشرے کی مہمل بندشوں کو توڑ کر آگے بڑھیں۔ سب سے پہلے ایک معتبر و انقلابی شاعرہ کی حیثیت سے (ز-خ-ش) زاہدہ خاتون شروانی سامنے آئیں۔ پھر ادا جعفری نے قدم جمایا، بعد ازاں دیگر شاعرات سامنے آتی گئیں اور کارواں بنتا گیا۔"(۴)

قیام پاکستان کے بعد کی جانے والی مزاحمتی شاعری میں ہمیں یہ نسائی لب و لہجہ اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ خواتین کی شاعری کے موضوعات اپنی ذات اور محبت کے جذبات سے ماورا ہو کر اپنے معاشرے میں موجود مسائل، انسانی حقوق کے تحفظ اور استحصالی طبقات کے خلاف نظر آتے ہیں، اس صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے انتظار حسین کہتے ہیں:

"اب جو عورت نے شاعری میں قدم رکھا ہے تو اُس نے مظلومیت کا لبادہ اُتار کر احتجاج اور مزاحمت کی راہ کو اپنایا ہے۔(۵)

ادا جعفری: قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلی نمایاں شاعرہ ہیں جن کے ہاں مشرقی عورت کے جذبات و احساسات کی ترجمانی بہت موثر انداز میں ملتی ہے۔ ان کے اس شعری سفر میں موضوعات کا تنوع بھی ہے، ان کی شاعری عزم و حوصلے سے عازم سفر رہنے کا پیغام دیتی ہے۔ نظم "سفر باقی ہے" میں استعماری قوتوں کے خلاف مقاومت کا عمل جاری رکھنے کی نوید سناتے ہوئے کہتی ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بتائیں کیا / ہمارے زخم زخم کے گلاب /ماہ و آفتاب / سب گواہ ہیں / کہ ہم نے کیا نہیں
سہا / صعوبتوں کے درمیاں / ہمارے ساتھ اک یقیں رہا / گواہ یہ زمین اور زماں رہے / نہ
آج سوگوار ہیں / نہ کل ہی نوحہ خواں رہے / شرر جو کل لہو میں تھے / وہ آج بھی لہو میں ہیں
/ ہمارے خواب / سانس لے رہے ہیں آج بھی / کوئی دیا بجھا نہیں / کہ ہم ابھی تھکے
نہیں (۶)

مزاحمتی شاعری میں عالمی منظر نامے کو بھی کبھی نظر انداز نہیں کیا گیا،خواتین شعرا نے اپنی نظموں اور غزلوں میں افغانستان، کشمیر و فلسطین کے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی بھی موثر انداز میں کی غزالاں تم تو واقف ہو" میں شامل نظم "مسجد اقصیٰ" میں اسرائیلی مظالم اور قبلہ اول کے خلاف سازشوں پر برملا احتجاج کرتے ہوئے ادا جعفری کہتی ہیں:

قافلے لٹتے ہی رہتے ہیں گزر گاہوں میں
لوٹنے والوں نے کیا عزم سفر بھی لوٹا؟

اور ان اہل عرب کو ان کی تاریخی حیثیت یاد دلاتے ہوئے کہتی ہیں:

کس کی جانب نگراں تھے کہ لگی ہے ٹھوکر تم تو خود اپنے مقدر کی عناں تھامے تھے
اس صحیفے میں ندامت کہیں مفہوم نہ تھی اس خریطے میں ہزیمت کہیں مرقوم نہ تھی
رن سے آتے تھے تو باطبل ظفر آتے تھے ورنہ نیزوں پہ سجائے ہوئے سر جاتے تھے (۷)

ادا جعفری کے نزدیک شعرا کو اپنے عہد کی سچی عکاسی کرنی چاہئے کیونکہ وہ اپنے دور کے ترجمان ہوتے ہیں:

"حسن کار، ادیب اور شاعر اپنے وقت اور زمانہ کی پیداوار ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے آرٹ میں اپنے وقت کے صحیح نقش و نگار پیش نہ کر سکے تو وہ فنکار یا حسن کار تو ہو سکتا ہے مگر ترجمان حقیقت نہیں ہو سکتا۔"(۸)

زہرا نگاہ: کی شاعری اپنے انفرادی لب و لہجے کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔ انتظار حسین ان کی شاعری کو "نسائی تہذیب "کی شاعری قرار دیتے ہیں جس میں آپ بیتی جگ بیتی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ زہرا معاشرتی ناہمواریوں کے خلاف اواز اٹھاتی ہیں اور اپنی نظم، "تراشیدم - شکستم" میں کہتی ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مرے سامنے میرے ہاتھوں سے تراشا ہوا ایک پیکر / نگاہوں میں جس کے تمسخر کی رنگت / مجھے اس حقارت سے کیوں دیکھتا ہے / مجھے ڈر ہے اُس کا یہ انداز مجھ کو / غرور و تکبر کا آغاز مجھ کو / مرے شاخِ بیجاں کے مانند ٹوٹے ہوئے بازوؤں کو / تنفر کی طاقت کا وہ زور دیدے / کہ اِک ضرب سے میں اسے توڑ ڈالوں۔(۹)

"مزاحمت پاکستانی ادب کی مرکزی روایت ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ تک غیر مستحکم نظام اور طبقاتی تقسیم کی خرابیوں نے پاکستانی معاشرے کو کئی سماجی، سیاسی اور فکری بحرانوں سے دوچار کیا۔ " (۱۰)

زہرا نگاہ نے انہی طبقاتی تقسیم کی خرابیوں کے مقابل اڈٹ جانے کو مطمع نظر ٹھرایا، کیونکہ اسی سے وہ عزم کشید کیا جاسکتا ہے جو کمزور کو حوصلہ عطا کرتا ہے:

اب آنسوؤں کے دھندلکوں میں روشنی دیکھو ہجومِ مرگ سے آوازِ زندگی کو سنو
سنو کہ تشناں دہن مالکِ سبیل ہوئے سنو کہ خاک بسر وارثِ فصیل ہوئے
ردائے چاک نے دستارِ شہ کو تار کیا تنِ نحیف سے انبوہِ جبر ہار گیا(۱۱)

بیسویں صدی کی شاعرات میں مزاحمتی ادب کی تخلیق کے حوالے سے سب سے نمایاں نام **کشور ناہید کا** ہے۔ ان کے طرز نگارش نے عورت کو کم مائیگی کے احساس سے نکال کر مرد کے برابر لا کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ وہ تانیثی فکر کی حامل شاعرہ ہیں، جنہوں نے معاشرتی اقدار کے خلاف آواز بلند کی۔ ان کی شاعری ان سماجی اقدار کے خلاف کھلی بغاوت بھی ہے جن کی پاسداری مشرقی عورت پر لازم قرار دی جاتی ہے، لیکن مرد اس سے آزاد ہیں، یہی احساس ان کے ہاں مزاحمتی رویے کو جنم دیتا ہے۔ وہ عورت کی آواز کو دبا دینے کی انہی کوششوں کے حوالے سے لکھتی ہیں:

کشور ناہید! تمھیں خاموش دیکھنے کی چاہت / قبروں سے بھی اُڈی آرہی ہے / مگر تم بولو! / کہ یہاں سننا منع ہے / مجھے جن جذبوں نے خوف زدہ کیا تھا / اب میں اُن کے اظہار سے / دوسروں کو خوف زدہ لرزتا دیکھ رہی ہوں(۱۲)

یا نظم "مکافات" میں کہتی ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میں شاعری کرتی ہوں /کیوں کہ میں نے خودکشی نہیں کی / میں زندگی کرتی ہوں /کیوں
کہ میں نے دلبری نہیں کی (۱۳)

کشور ناہید کی اس جرات مندی کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شاہین مفتی کہتی ہیں:

"کشور کی جدوجہد اس دنیا کی آخری عورت کی آزادی اور سر فرازی کی جدوجہد ہے۔
اسی کارِ خیر میں وہ اپنے عہد کے بہت سے دانشوروں سے کہیں آگے ہے،"(۱۴)

اپنے شعری مجموعے "سوختہ سامانئ دل" میں کشور ناہید اپنی نظم "اپنے معصوم لکھنے والوں کے نام" میں لکھتی ہیں کہ تم عورت کی قربانیوں کو نظر انداز کر کے ہمارے حسن و جمال اور بے وفائی و ہجر کے قصے لکھتے ہو لیکن ہماری ناراضگی کی داستان نہیں لکھتے، ہم نے تمھاری اطاعت، کی وفا کی، مسکرا کے ہر جبر برداشت کیا لیکن تمھیں بولتی ہوئی، جواب دیتی ہوئی عورت پسند نہیں۔ اس حوالے سے احتجاج کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

بہت لکھا اور کہا تو چڑیل اور ڈائن / یا پھر محبوبہ کے القاب، تمھاری اُلفت نے وضع
کیے۔ /،ایک جیتی جاگتی عورت تمھارے نصیب میں نہیں ہے / تمھاری تحریر میں نہیں
ہے(۱۵)

کشور کی شاعری ہر موج بلا کے مقابل مزاحمت پیدا کرتی ہے۔ وہ ان مخالفتوں کو اپنی بلند پروازی کا سامان بناتی ہیں:

مرے یقین کی گھٹن اور بھی بڑھے ناہید
ہوا ہو بند تو موج بلا نکلتی ہے(۱۶)

فہمیدہ ریاض: مارکسزم کے ذریعے معاشرے کے فرسودہ استحصالی نظام کا خاتمہ چاہتی تھیں۔ نسائی ادب میں اپنے منفرد مزاحمتی طرز اظہار کی وجہ سے انفرادیت کی حامل شاعرات میں نمایاں رہیں۔ ان کی شاعری کے فکری تاروپود عورت کی آزادی کے مغربی تصور سے جڑے ہوئے ہیں۔ وہ شعرا کو اپنے اردگرد پھیلی ہوئی نامواریوں کے خلاف احتجاج کرنے والا قرار دیتی ہیں:

"ادیب شاعر، فلسفی اور آرٹسٹ بھی اسی معاشرے کی پیداوار ہوتے ہیں مگر اُن کا زندگی کرنے کا طریقہ ذرا مختلف ہوتا ہے وہ ایک جوش و خروش سے احتجاج کی صدا بلند کرتے ہیں۔"(۱۷)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فہمیدہ نے اپنی شاعری میں عورت سے جڑے تصورات کو اک نئی معنویت عطا کی۔ ان کی نظمیں " اقلیما" اور 'مقابلہ حسن" مردوں کے بنائے ہوئے سماج میں عورت کے احساسات کو اک نئے معنوی پیرائے میں قاری کے سامنے لاتی ہیں، جہاں وہ عورت کے استحصال کے خلاف منفرد انداز میں مزاحمت کرتی دکھائی دیتی ہیں:

کیا میرا زیاں ہے جو مقابل ترے آجاؤں
یہ امر تو معلوم کہ تو مجھ سے بڑا ہے(۱۸)

اسی طرح ان کی نظم "ایک لڑکی سے" میں عورت کی مصلحت آمیز طبیعت اوراس کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے اسے اپنی انفرادی پہچان پر آمادہ کرتی ہیں۔ ان کی یہ نظم عورت کی جبلت میں موجود واہموں کو بیان کرتی ہے، جس سے وہ اُسے آزاد کرانا چاہتی ہیں:

جبر و خوف کی دختر / واہموں کی پروردہ / مصلحت سے ہم بستر / ضعف و یاس کی مادر / جب
نجات پائے گی / سانس لے گی دڑانہ / محوِر قص رندانہ / اپنی ذات پائے گی(۱۹)

پروین شاکر :کی شاعری نئ شعری جہتوں کی طرف گامزن رہی۔ ا"اُن کے ہاں عورت کے لطیف جزبات کا اظہار اور اُس پر لگائی جانے والی پابندیوں پر مزاحمتی رنگ ملتا ہے۔ اُن کے اشعار اُن کے تجربات کی گہرائی کو منعکس کرتے ہیں۔ ان کے ہاں جذبات و احساسات کا بیان زندگی کی تمام سچائیوں، تلخیوں اور ناکامیوں کے ساتھ ملتا ہے۔ پروین شاکر کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف عورت کے جذبات واحساسات کو بیان کیا ہے بلکہ ایک مکمل انسان اور اس کے معاشرتی رویوں کو بھی منعکس کیا ہے۔ نظم "پروین قادر آغا" طلاق کے بعد عورت کی زندگی اور معاشرتی رویے کی عکاسی کرتی ہوئی نظم ہے:

جب مرے سر سے مری چادر اُتری / تو میرے گھر کی چھت میرے لیے اجنبی ہو گئی / "تم
ہمارے لیے مر چکی ہو" / اہلِ خانہ کی خاموشی نے اعلان کیا / اور میں بابل کے دروازے
سے / دستک دیے بنا لوٹ آئی(۲۰)

ان کی نظم "نہیں - میرا آنچل میلا ہے" مردانہ معاشرے میں عورت کی بے قدری پر گہرا طنز ہے، ایسا معاشرہ جو مرد کو ہر حال میں تحفظ دیتا ہے:

نہیں - میرا آنچل میلا ہے
اور تیری دستار کے سارے پیچ ابھی تک تیکھے ہیں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کسی ہوا نے ان کو اب تک چھونے کی جرات نہیں کی ہے
تیری اُجلی پیشانی پر
گئے دنوں کی کوئی گھڑی
پچھتاوا بن کے نہیں پھوٹی
اور میرے ماتھے کی سیاہی
تجھ سے آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتی (۲۱)

منصورہ احمد کی شاعری جدیدیت کی حامل ہے، جس میں عصری شعور کی کار فرمائی سب سے نمائیاں عنصر ہے۔ انھوں نے سود و زیاں سے ماورا ہو کر حکمران طبقے کے عوام کے ساتھ ناروار سلوک کے پس منظر میں مزاحمتی حوالے سے "نظم" جلسہ عام" لکھی۔ احمد ندیم قاسمی منصورہ کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"منصورہ ظلم پر تڑپتی ہی نہیں، اس کے خلاف نعرہ حق بھی بڑی دلیری سے بلند کرتی ہے۔ ہماری سماجی اور سیاسی زندگی میں کوئی بھی جبر کا لمحہ اس کے قلم کی زد سے بچ کر نکل نہیں سکا۔ یہ الگ بات ہے کہ "لہو کی دلدل اور "بے انجام " جیسی نظمیں مزاحمتی ادب کے ٹھیکیداروں کے دربار تک پہنچ نہیں سکیں۔"(۲۲)

"نظم لہو کی دلدل" میں حکمرانوں کی مطلب پرستوں، اجارہ داریوں اور بے حسی کو بیان کرتے ہوئے وہ طنزیہ انداز میں کہتی ہیں:

درِ شاہی سے ٹکرا کر صدائیں لوٹ آتی ہیں
مجھے دربان نے اتنا بتایا ہے
ہمارا بادشہ بس بولتا ہے
سن نہیں سکتا!(۲۳)

ان کے شعری مضامین میں تنوع پایا جاتا ہے، جہاں ان کی نظمیں معاشی و سیاسی ناانصافیوں کا تجزیہ پیش کرتی ہیں وہیں احتجاج و مزاحمت کا یہ دائرہ وسیع ہو کر عالمی سطح تک پھیل جاتا ہے، جہاں عالمی امن کے دعوے دار دنیا میں دہشت کا کروبار کرتے ہوئے ان سبھی قوانین کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جن کا پرچار کرتے ہوئے وہ بظاہر مہذب دکھائی دیتے ہیں۔ "بے انجام" میں اپنے عہد کے انہی مکروہ چہروں کو بے نقاب کرتی ہوئے کہتی ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کبھی تم نے خبر نامے کی لمبی میز کے چاروں طرف بیٹھے خدا دیکھے کبھی اُن کی
نگاہوں میں جمی بے گانگی دیکھی اُنھیں آسودگی یہ ہے کہ اُن کے فیصلوں سے
جن گھروں میں موت اُترے گی　　　　وہ اُن کے گھر نہیں ہوں گے۔(۲۴)

بظاہر مہذب انسانیت کے دشمن یہی استعماری طاقتیں سیاسی، و معاشی عدم استحکام کا باعث بنتی ہی۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے جیسے کسی معاشرے میں اقتصادی ناہمواریاں، طبقاتی تقسیم اور، سیاسی اضطراب میں اضافہ ہوتا ہے اُس کے ردعمل میں احتجاجی رویے جنم لے کر مزاحمتی ادب کو جنم دیتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا کہنا ہے کہ:

"جس معاشرے پر خارجی دباو یا سیاسی و اقتصادی جبریت، خوف و ہراس بن کر طاری ہو جائے، اُس میں کھل کر بات کہنے کی گنجائش کم سے کم ہوتی ہے۔"(۲۵)

منصورہ احمد نے ایسے ہی جبر کے خلاف اپنے قلم کو استعمال کرتے ہوئے اپنے دور کی سامراجی قوتوں کے مکر و فریب کو عیاں کیا ہے۔

نوشی گیلانی : کی شاعری میں خود آگاہی اور داخلیت و خارجیت کا امتزاج ملتا ہے۔ ان کی شاعری میں جنم لینے والا مزاحمتی رویہ معاشرے کی عطا ہے۔ جس نے ہوا اور تتلی کا استعارہ استعمال کرنے والی شاعرہ کو وہ جرات فکر عطا کی کہ وہ ہر موج بلا کے مقابل ڈٹ جانے پر آمادہ ہوئی:

خوف کی شب میں ہونٹ سینے سے　　　　مرنا بہتر ہے ایسے جینے سے (۲۶)

نوشی کی شاعری خواب سے حقیقت کا سفر ہے جس میں کئی کٹھن مراحل آئے جن سے شاعرہ نے حوصلے کشید کیے۔ احمد ندیم قاسمی "مستقبل کی امانت دار" کے عنوان سے ان کی شاعری کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نوشی جبر و تشدد، آمریت و مطلق العنانی، ظلم و استحصال کی غیر مشروط دشمن ہے، چنانچہ جب وہ خواب سے حقیقت کا سفر اختیار کرتی ہے تو منزلیں اس کے لیے بچھتی چلی جاتی ہیں"(۲۷)

نوشی گیلانی نے مصلحت کی راہ کو ترک کیا اور طاقت کے حصول کی تمنا میں مست لوگوں کے بارے میں برملا کہا:

قیادتوں کے جنوں میں جن کے قدم لہو سے رنگے ہوئے ہیں
یہ میرے بس میں نہیں ہے لوگو کی اُن کو عزت مآب لکھوں(۲۸)

"یہ قیدی سانس لیتا ہے" تانیثی اظہار پر مبنی نظم ہے جس میں عورت کو بظاہر آزادی دے کر اسے مواشرتی اقدار کی زنجیر میں یوں باندھ دیا جاتا ہے کہ وہ آزاد ہو کر بھی آزاد نہیں ہو سکتی:

ان آوازوں کے جنگل میں / مرے پر باندھ کر اڑنے کا کہتے ہو / رہا کرتے نہیں لیکن / رہائی کے لیے بینائی کو اک جرم کہتے ہو / مری پلکوں کو سی کر / موسموں کو جنئے پہچاننے کی شرط رکھتے ہو / مرے پاوں کو زنجیروں کی بے چہرہ صداوں سے ڈراتے ہو / مری آزادیِ پرواز کی خواہش کو جنگل کے لیے آزار کہتے ہو / مرے جذبوں کی کشتی کو جلاتے ہو / مرے افکار کے دریاوں کو صحراوں کا قیدی بناتے ہو / مگر سُن لو کوئی موسم ہو / حبس و جبر کا، صحرا کا، جنگل کا / یہ قیدی سانس لیتا ہے۔(۲۹)

شبر ناقد "شاعراتِ ارضِ پاک میں "نوشی گیلانی کی شاعری کو ترقی پسندانہ اور مزاحمتی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نوشی کے ہاں اظہار کی جسارتیں پورے طور پر جلوہ ریز ہو رہی ہیں اور تنقیدی رویے بھی شدت کے حامل ہیں، جن سے اُن کے مزاحمتی افکار کی جھلک ملتی ہے اور ترقی پسند سوچ کی عکاسی ہوتی ہے۔ وہ سماج کے مصائب و آلام کو اپنی ذات پر اوڑھ کر لکھتی ہیں۔ اسی لیے اُن کے ہاں سماجی حوالے بھی ذاتی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔(۳۰)

ہم اہلِ سخن ہیں تو روایت کے مطابق
مصلوب کیا جائے رعایت نہیں کی جائے(۳۱)

مسئلہ کشمیر پر عالمی ضمیر کو جنجھوڑنے کی کوشش کرتے ہوئے اقوام متحدہ کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے ان کی بے حسی اور انسانی جانوں کے زیاں پر مزاحمت کرتے ہوئے کہتی ہیں:

ضمیرِ عالم انسانیت خبر ہے تجھے — شرار و شعلہ کی زد میں ہے وادی کشمیر
تجھے خبر ہے کہ جنت نشان یہ وادی — لہو لہو ہوئی جاتی ہے دست قاتل سے
یہ دست قتل و فا جتنا بڑھتا جائے گا — ترے وقار کی گردن تلک بھی آئے گا

ضمیر عالم انسانیت سنبھال اسے   شرار و شعلہ کی زد میں ہے وادی کشمیر (۳۲)

ہر عہد میں باشعور اہل قلم اپنے ضمیر کی آواز کو لفظوں کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں۔ اسی حق گوئی سے خالص ادب تخلیق ہوتا ہے۔ جس سے آنے والے دنوں کی تاریخ رقم کی جاسکتی ہے۔ ارتضیٰ کریم "اردو ادب میں احتجاج اور مزاحمت کے رویے" میں مزاحمتی ادب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "یہ سچ ہے کہ ہر عہد کا ادیب اپنے زمانے کے جبر، رواں نظام کی بے چینی نیز عوام کی بے بسی سے مضطرب ہو کر ہی قلم اٹھاتا ہے۔ اور کوشش کرتا ہے کہ اس درد کو جو اس کے عہد نے اسے دیے ہیں۔ صفحہ قرطاس پر کچھ اس نوع سے بکھیرے کہ اس کی آواز ہر عہد کی آواز میں شامل ہو سکے اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اچھا ادب ظہور میں آتا ہے۔" (۳۳)

اس اچھے ادب کی تخلیق میں پاکستانی شاعرات نے اپنا کردار بطریق احسن نبھایا۔ ان کی مزاحمتی شاعری میں نسائیت کا عنصر بھی موجود رہا اور گزرتے، بدلتے ہوئے سیاسی، سماجی اور اخلاقی رویوں نے ان کی فکر کو جو مہمیز لگائی اس کا برملا اظہار بھی ان کی شاعری میں جا بجا ملتا ہے، وہ ذات کے حصار سے نکل کر معاشرتی مسائل کی عکاسی کرتی نظر آتی ہیں۔ ان میں موجود خود شناسی کی تمنا نے انھیں مصلحت کوشی کے بجائے جرات آموزی سکھائی جس سے بہترین مزاحمتی ادب تخلیق ہوا، اس دھارے میں شبنم شکیل، شاہدہ حسن اور ثمینہ راجہ سمیت اور بہت سی شاعرات شامل ہیں جو اپنے خون جگر سے اردو شعر و ادب کے چمن کی آبیاری میں مصروف رہیں۔

حوالہ جات

۱۔ روبینہ سہگل، ڈاکٹر، عورت اور مزاحمت (محنت کش عورتوں سے مکالمہ)، لاہور: آفتاب عالم پریس، ۱۹۹۹ء ص:۲۳)

۲۔ رشید امجد ،(مرتب)مزاحمتی ادب (۱۹۹۹-۲۰۰۷) اردو ۔اسلام آباد:اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۹ء۔ ص۱۷

۳۔ رشید امجد ،(مرتب)مزاحمتی ادب (۱۹۹۹-۲۰۰۷) اردو ۔اسلام آباد:اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۹ء۔ ص۱۸)

۴۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ صرف شاعرات۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز۔ ۲۰۰۹ء۔ ص۶

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۵۔ انتظار حسین، "سر ورق" مشمولہ" مجموعہ کلام: شام کا پہلا تارا، ورق ورق"۔ زہرا نگاہ۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز،۔ ۲۰۱۲ء

۶۔ ادا جعفری۔ موسم موسم (کلیات) ۔ کراچی: اکادمی بازیافت۔ ۲۰۱۳ء۔ ص ۱۹۷

۷۔ ادا جعفری۔ موسم موسم (کلیات)۔۔ کراچی: اکادمی بازیافت۔ ۲۰۱۹ء۔ ص ۳۰۳-۳

۸۔ ادا جعفری۔ موسم موسم (کلیات)۔ کراچی: اکادمی بازیافت۔ ۲۰۱۹ء۔ ص ۲۲

۹۔ زہرا نگاہ۔ مجموعہ کلام: شام کا پہلا تارا، ورق ورق۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز،۔ ۲۰۱۲ء ص ۳۷)

۱۰۔ رشید امجد، (مرتب) مزاحمتی ادب (۱۹۹۹-۲۰۰۷) اردو۔ اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۹ء (۔ ص ۱۷)

۱۱۔ زہرا نگاہ۔ مجموعہ کلام: شام کا پہلا تارا، ورق ورق۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۔ ۲۰۱۲ء-ص ۹۲

۱۲۔ کشور ناہید، دشت قیس میں لیلی (کلیات)۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ - ص ۴۶۷)

۱۳۔ کشور ناہید، دشت قیس میں لیلی (کلیات)۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱۔ ص ۴۶۹)

۱۴۔ ڈاکٹر، شاہین مفتی، کشور ناہید: شخصیت اور فن۔ اسلام آباد: اکادمی ادبیات، پاکستان۔ ۲۰۰۸۔ ص ۹)

۱۵۔ کشور ناہید۔ سوختہ سامانئ دل۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ ۲۰۰۲۔ ص ۹)

۱۶۔ کشور ناہید، دشت قیس میں لیلی (کلیات)۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز۔ ۲۰۰۱۔ ص ۲

۱۷۔ فہمیدہ ریاض۔ پیش لفظ۔ "بدن دریدہ"۔ میں مٹی کی مورت ہوں (کلیات)۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ ۲۰۱۳ء۔ ص ۹۲)

۱۸۔ فہمیدہ ریاض۔ پیش لفظ۔ "بدن دریدہ"۔ میں مٹی کی مورت ہوں (کلیات)۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ ۲۰۱۳ء۔ ص ۲۱۱

۱۹۔ فہمیدہ ریاض۔ پیش لفظ۔ "بدن دریدہ"۔ میں مٹی کی مورت ہوں (کلیات)۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ ۲۰۱۳ء۔ ص ۲۳۴)

۲۰۔ پروین شاکر۔ ماہ تمام۔ دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ ۱۹۹۵ - ص ۱۸)

۲۱۔ پروین شاکر۔ ماہ تمام۔۔ دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ ۱۹۹۵ - ص ۲۰۳

۲۲۔ منصورہ احمد۔ طلوع۔ لاہور: اساطیر۔ ۱۹۹۷ء ص ۱۵)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۲۳۔ منصورہ احمد۔ طلوع۔ لاہور: اساطیر۔ ۱۹۹۷ء ص ۸۷

۲۴۔ منصورہ احمد۔ طلوع۔ لاہور: اساطیر۔ ۱۹۹۷ء ص ۴۶

۲۵۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ اردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ۔ لاہور: وکٹری بک بنک۔ ۱۹۹۰۔ ص ۲۸

۲۶)۔ نوشی گیلانی۔ محبتیں جب شمار کرنا۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز۔ ۱۹۹۳ء۔ ص ۱۳۵)

۲۷۔ نوشی گیلانی۔ محبتیں جب شمار کرنا۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز۔ ۱۹۹۳ء۔ ص ۱۵)

۲۸)۔ نوشی گیلانی۔ محبتیں جب شمار کرنا۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز۔ ۱۹۹۳ء۔ ص ۶۶)

۲۹۔ نوشی گیلانی۔ محبتیں جب شمار کرنا۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز۔ ۱۹۹۳ء۔ ص ۶۰)

۳۰۔ شبر ناقد۔ شاعراتِ ارضِ پاک۔ حصہ دوم۔ کراچی: رنگِ ادب پبلی کیشنز۔ سنہ ندارد۔ ص ۱۲۲۳)

۳۱۔ نوشی گیلانی۔ اداس ہونے کے دن نہیں ہیں۔ لاہور: گیلانی پبلی کیشنز۔---ص ۶۸

۳۲۔ وشی گیلانی۔ اداس ہونے کے دن نہیں ہیں۔ لاہور: گیلانی پبلی کیشنز۔۔ص ۱۰۵

۳۳۔ ارتضی کریم، اردو ادب میں احتجاج اور مزاحمت کے رویے، دہلی: اردو اکادمی، ۲۰۰۴ء ص: ۱۴)